ڈاکٹر عظمت رباب
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

طباعت واشاعت کے مراحل اور غالب کے خطوط

Ghalib is one of the greatest Urdu poets. His poetry is a source of abiding interest for the Urdu reading public and students of literature and poetry. Ghalib was well aware of modern branches of learning. He was a genius of his period. In his poetry and prose we find him as a scholar who thinks, deliberates, observes and reaches conclusion about various aspects of the life of his age. He was a man of early 19th century but today we get surprised to read his theories and knowledge about publishing and printing processes. In this article Dr. Azmat Rubab narrates and points out instances and quotations about his knowledge of the printing and publishing processes as it emerges from a reading of his letters.

غالب کے خطوط ایک ایسی محفل کا نقشہ پیش کرتے ہیں جس میں ان کی شخصیت کے مختلف پہلو دکھائی دیتے ہیں۔ان کے حالات ،شگفتہ انداز، انفرادیت ، اشعار کی اصلاح کے معاملات ، دوستوں سے مکالمت و مراسلت ، پنشن کے مراحل ، جنگِ آزادی کے بعد دہلی کے حالات اور ان حالات کے پس منظر میں غالب کا اپنے بارے میں دفاعی انداز ، مزاح کی چاشنی ، خاندانی و علمی فخر و برتری کا احساس ، بیماری کا مفصل بیان ، موت اور غم کے بارے میں فلسفیانہ افکار ، زندگی کے اصول اور اس کے ساتھ ساتھ اور بہت سے معاملاتِ روزمرہ اور علمی و ادبی بحثیں ، یہ تمام ان کے خطوط میں جھلکتے دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے ''غالب کے خطوط'' چار جلدوں میں ترتیب دیے ہیں اور پانچویں جلد میں اشاریہ دے دیا ہے۔ یہ خطوط مکتوب الیہم کے حوالے سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ ان خطوط کے مطالعے سے جہاں قاری کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ غالب کو اٹھتے بیٹھتے ، کام کرتے ، آتے جاتے اور مختلف امور انجام دیتے ہوئے دیکھتا ہے وہیں وہ غالب کے بارے میں اس حقیقت سے بھی آگاہ ہوتا ہے کہ وہ مختلف علوم وفنون کے ان اصولوں سے روشناس تھے جو آج کے دور میں بھی اتنے ہی موثر ہیں جتنے اُس دور میں جب غالب اپنے نقطہ نظر کے مطابق اپنے کام کو انجام دینے کی خواہش رکھتے تھے۔ان علوم میں ایک علم طباعت واشاعت کا ہے جس کے مختلف نکتے انھوں نے دوستوں اور شاگردوں کے نام خطوط میں اپنے کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں بیان کیے ہیں۔

غالب نے فارسی پر اپنی علمی برتری اور قابلیت کے اظہار اور انگریزوں پر اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے روزنامچے کی طرز پر ''دستنبو'' لکھی۔ ان کے بقول اس میں کوئی لفظ عربی کا نہیں آنے پایا۔ وہ اس کی اشاعت کے مراحل میں اس کی ضخامت کے بارے میں تفتہ کو لکھتے ہیں کہ کتاب کا حجم زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ ان کے خیال میں عبارت اس قدر ہے کہ دو جز سے زیادہ میں سما جائے۔ لکھتے ہیں:

''میں نے ہرگز نہیں لکھا کہ یہ عبارت دو جز میں آجائے۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ عبارت اس قدر ہے کہ دو جز میں آجائے لیکن میں چاہتا ہوں کہ حجم زیادہ ہو۔ بہ ہر حال، اِس نمونے کی تقطیع اور حاشیہ مطبوع ہے۔ لغات کے معنی حاشیے پر چڑھیں۔ اُس کی روش دلآویز اور تقسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیے پر لکھ دی، اچھا کیا۔ ''(جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۸ء) [۱]

آرام کے نام خط میں لکھتے ہیں کہ کتاب چھے جز سے کم کی نہیں ہونی چاہیے۔ اسی طرح مسطر، حاشیہ اور تصحیحِ متن کے بارے میں انھیں یوں ہدایات دیتے ہیں:

''بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جز یا چار جز کی کتاب ہو۔ چھے جز سے کم نہ ہو۔ مسطر دس گیارہ سطر کا ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا رہے۔ شیرازے کی طرف کا کم ہو۔۔۔۔ کاپی کی تصحیح ہو، غلط نامے کی حاجت نہ پڑے ''(سہ شنبہ ۳۱ ماہ اگست ۱۸۵۸ء) [۲]

غالب جمال پسند تھے۔ چیزوں کی ترتیب اور جزوی تقسیم کے حوالے سے ان کا ایک مخصوص نقطہ نظر تھا۔ چیزوں کو تناسب اور ترتیب میں دیکھنا پسند کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تفتہ نے انھیں اپنا کلام اصلاح کے لیے بھیجا تو صفحے کے حاشیوں پر کہیں کوئی جگہ نہ چھوڑی جس سے غالب کو اُلجھن ہوئی اور انھوں نے تفتہ کو لکھا:

''دوسرا پارسل جس کو تم نے بہ تکلف خط بنا کر بھیجا ہے، پہنچا۔ نہ اصلاح کو جگہ، نہ تحریرِ سطور کا پیچ و تاب سمجھ میں آتا ہے۔ تم نے الگ الگ ورقے پر کیوں نہ لکھا اور چھدرا چھدرا کیوں نہ لکھا؟ ایک آدھ دو ورقہ زیادہ ہو جاتا تو ہو جاتا۔۔۔۔ اور تم بھی جب ان اوراقِ طلسمی کو دیکھو تو کوئی اصلاح کا اشارہ تم سے باقی نہ رہ جائے۔ غرض یہ ہے کہ اب پھر اس طرح کبھی نہ لکھنا، میں بہت گھبراتا ہوں۔''(۱۸۴۷ء یا اس سے قبل) [۳]

غالب نے تناسب و ترتیب کا یہی انداز ''دستنبو'' کے سلسلے میں برقرار رکھا۔ ان کے نقطہ نظر کے مطابق اس کی تقسیم نظر فریب ہونی چاہیے تا کہ تحریر میں ایک ترتیب و تناسب (Formation) قائم رہ سکے۔

کتاب کی اشاعت کے دوران وہ بے قرار و بے چین رہے اور کوئی نہ کوئی نیا نکتہ انھیں سوجھتا رہا۔ اس دوران میں متعلقہ احباب تفتہ، آرام، حقیر اور مہر سے ان کی خط کتابت مسلسل جاری رہی۔ کسی ایک دوست کو ایک بات بتا کر ان کی تسلی نہیں ہوتی اور وہ اس بات کو دوسرے اور پھر تیسرے دوست کو بتاتے ہیں تا کہ ان سب کی آپس میں مشاورت ہوتی رہے اور کتاب عمدہ طریقے سے شائع ہو۔ جلدوں کے بارے میں آرام کو لکھتے ہیں:

''سبحان اللہ! جلدوں کی آرایش کے باب میں کیا اچھی فکر کی ہے۔ میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں۔ یقین ہے کہ متاعِ شاہوار ہو جائیں گی۔ ابار مہرہ اگر ہو جائے گا تو حرف خوب چمک جائیں گے۔ اس کا خیال اُن چار جلدوں میں بھی رہے۔''(سہ شنبہ ۲۱ ستمبر ۱۸۵۸ء) [۴]

غالب چاہتے تھے کہ دستنبو کی چھے جلدیں عمدہ اوراعلیٰ تیار کرائی جائیں تا کہ وہ انھیں حکام کی نذر کر سکیں۔ لہٰذا وہ تفتہ، آرام، حقیر اور مہر کے نام الگ الگ خطوط میں بار بار جلدوں کے معیاری ہونے کی ہدایت کرتے ہیں۔ اس کے لیے وہ کسی قسم کی مفاہمت کے قائل نہیں۔ آرام کے نام جو خط لکھا تھا اس میں چار الگ جلدوں کے بندھوانے کا ذکر ہے، پھر اس فہرست میں اوراضافہ ہوااور چار کے بجائے چھ جلدوں کی تیاری کا سوچا۔ تفتہ کے نام لکھتے ہیں:

''دو روپیہ فی جلد، اس سے زیادہ کا مقدور نہیں۔ جب مجھ کو لکھو گے، ہنڈوی بھیج دوں گا۔ چھے روپے، آٹھ روپے، دس روپے حد بارہ روپے۔ میاں کو سمجھا دینا، کمی کی طرف نہ کریں، چیز اچھی بنے۔ نہایت، بارہ میں چھ جلدیں تیار ہوں۔ منشی شیو نرائن کو سمجھا دینا کہ زنہار عرف نہ لکھیں، نام اور تخلص، بس۔ اجزاے خطابی کا لکھنا نامناسب، بلکہ مضر ہے۔ مگر ہاں، نام کے بعد لفظ 'بہادر' کا اور 'بہادر' کے لفظ کے بعد تخلص 'اسداللہ خاں بہادر، غالب' ''(جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۸ء) ۵

چونکہ دستنبو کی اشاعت کا مقصد ہی یہ تھا کہ غالب انگریز حکام کے سامنے ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں کے پس منظر میں اپنی بے گناہی ثابت کر سکیں۔ لہٰذا انھوں نے اس میں ملکہ وکٹوریہ کا قصیدہ بھی شامل کرنے کا سوچا اور پھر اس تجویز کو اپنے ان احباب کے سامنے پیش کیا جو اشاعتی مراحل میں پیش پیش تھے۔ غالب اپنے مخصوص ہلکے پھلکے انداز میں دوستوں کے اس گروہ کو کونسل اور اپنی تجویز کو قانون وقاعدے کا نام دیتے ہوئے حقیر کو لکھتے ہیں:

''بھائی جان! میں نے ایک قصیدہ جناب ملکۂ معظّمہ انگلستان کی مدح میں لکھا ہے۔ ساٹھ شعر ہیں چھے صفحے یعنی تین ورق پر چھپ کر ''دستنبو'' سے پہلے شیرازے میں شامل کر دیے جائیں تو کتاب کو قصیدے سے عزت اور قصیدے کو کتاب کے سبب شہرت حاصل ہو جائے گی۔ کل جناب مرزا صاحب کو یہ لکھ چکا ہوں۔ یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ اور منشی شیو نرائن صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدے کو مقبول کریں گے اور جب بہ اتفاق تم چاروں صاحب پسند کرو گے تو گویا بہ اجلاسِ کونسل اس قانون کا اجرا منظور ہو جائے گا اور امیدوار ہوں کہ اجراے قانون سے پہلے مجھ کو منظوری کی اطلاع ہو جائے تا کہ مسودہ اُس قصیدے کا بھیج دوں۔ مہتمم مطبع کو اگر کچھ تامل ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے۔''(۲۲ ستمبر چار شنبہ ۱۸۵۸ء) ۶

کونسل کے اجلاس میں غالب کی تجویز وقاعدے کی منظوری ہو گئی ہو گی۔ اس کے بعد اس قصیدے کے مقام اور ترتیب کے بارے میں غور وفکر کرتے رہے ہوں گے۔ اب مسئلہ یہ آن پڑا کہ کتاب نثر کی اور قصیدہ نظم کی صنف۔ اس کا حل انھوں نے یوں نکالا کہ قصیدے اور دستنبو کے درمیان ایک ورق سادہ چھوڑنے کا التزام کرنے کی ہدایت کی۔ یہ طریق کار جدید دور میں استعمال کیا جاتا ہے۔ فرق صرف یہ پڑا ہے کہ اس بیچ کے سادہ ورق (Devider) پر عنوان دے دیا جاتا ہے یا متن کی مناسبت سے کوئی Heading دے دی جاتی ہے۔ اشاعت کے لیے کسی کتاب کے تیاری کے اس اہم نکتے کا غالب نے یہ حل نکالا:

''خدا کرے نثر کی تحریر انجام پا گئی ہو اور قصیدے کے چھاپنے کی نوبت آ گئی ہو۔ قصیدے کا نثر سے پہلے لگانا از راہِ اکرام واعزاز ہے۔ ورنہ نثر میں اور صنعت، اور نظم کا اور انداز ہے۔ یہ اُس کا دیباچہ کیوں ہو؟ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سررشتۂ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور ''دستنبو'' کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے۔''(اکتوبر ۱۸۵۸ء) ۷

متن کی اغلاط سے پاک طباعت، اشاعت کا ایسا مرحلہ ہے جو بہت اہم ہے۔ اگر ادیب اپنی نگرانی میں کوئی تصنیف تیار کرا رہا ہے تو اولین فرض اس کا ہے کہ وہ پروف پڑھے اور بار بار پڑھے تاکہ غلطیوں کا امکان کم سے کم ہو۔ اگر کسی متن میں پروف کے بہت سے اغلاط ہوں تو وہ کتنا ہی معیاری کیوں نہ ہو اس کی افادیت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ دوسرے اس سے حقائق میں غلطی کا اندیشہ رہتا ہے۔ کوئی لفظ غلط لکھا گیا ہو اور وہ بامعنی بھی ہو تو متن میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور پھر وہ اسی طرح مشہور ہو جاتا ہے۔ یہ بات تو مسلم ہے کہ اگر کوئی لفظ عوام میں غلط رائج ہو جائے تو پھر اسے درست کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے ۔غالب اس نکتے سے آگاہ تھے اسی لیے وہ اپنی تصانیف کو خود پڑھتے تھے اور کوئی غلطی گرفت پر آجائے تو اس کو رفع کرنے کی فکر میں لگ جاتے تھے۔ ''دستنبو'' کی اشاعت میں لفظ ''نوائے'' کے بجائے ''نہیب'' چھپ گیا تو غالب بے چین ہو گئے۔ بار بار تفتہ اور دیگر احباب کو ہدایت کرتے ہیں کہ اس لفظ کو درست کرا دیں۔ وہ ان صفحات کے تبدیل کرا دینے کی ہدایت کرتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ ان صفحات کی تبدیلی بہت ضروری ہے، تبدیل شدہ صفحات جتنے بھی ہوں وہ ان کے پیسے دینے کو تیار ہیں:

''اچھا میرا بھائی! 'نہیب' والے دو ورقے چار سو ہوں، پانسو ہوں، سب بدلوا ڈالنا، کاغذ کا جو نقصان ہو وہ مجھ سے منگوا لینا ۔اس لفظ کے رہ جانے میں ساری کتاب نکمی ہو جائے گی اور میرے کمال کو دھبا لگ جائے گا۔ یہ لفظ عربی ہے، ہر چند مسودے میں بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا۔'' (پنجشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۸ء) ۸

آرام کے نام خط میں لکھتے ہیں کہ تفتہ اور حقیر کو دستنبو کے سلسلے میں رباعی اور کچھ فقرے بھی اس میں شامل کرنے کو کہا تھا۔ اس سلسلے میں پریشان ہیں اور تشویش کا شکار ہیں۔ لکھتے ہیں:

''میں نہیں جانتا کہ ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور اِنھوں نے نظم کو اور اُنھوں نے نثر کو کتاب کے حاشیے پر چڑھا دیا یا نہیں تم سے بہ ہزار آرزو خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیے پر چڑھ گئے ہیں تو مجھ کو اُن کے لکھے جانے کی اطلاع دیجیے کہ تشویش رفع ہو اور اگر اُن دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے، تو واسطے خدا کے، آپ مرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجے اور محلِ تحریر میرے خط سے معلوم کر کے اُن کو جابجا حاشیے پر رقم کیجے اور مجھ کو اطلاع دیجیے۔ ضرور۔ ضرور۔ ضرور۔'' (روز جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۸ء) ۹

جدید دور میں حقِ اشاعت مصنف یا اشاعتی ادارے محفوظ کر لیتے ہیں تاکہ کوئی دوسرا ان کے متن کو غیر ضروری طور پر استعمال نہ کر لے۔ غالب کو اُس دور میں بھی اس کی اہمیت کا اندازہ تھا۔ اس لیے وہ ایک تجویز یہ بھی دیتے نظر آتے ہیں کہ

''مرزا تفتہ کو دعا پہنچے۔ دونوں فقرے جس محل پر بتائے ہیں، حاشیے پر لکھ دیے ہوں گے۔ 'نہیب' کے لفظ کو چھیل کر 'نوائے' بنا دیا ہوگا۔۔۔ میں ایک عبارت لکھتا ہوں، اگر پسند آئے تو خاتمۂ عبارت میں چھاپ دو: 'نامہ نگار غالبِ خاکسار کا یہ بیان ہے کہ یہ جو میری سرگذشت کی داستان ہے، اس کو میں نے مطبع مفیدِ خلائق میں چھپوایا ہے۔ اور میری رائے میں اُس کا یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ اور صاحبانِ مطابع جب تک مجھ سے طلبِ رخصت نہ کریں، اپنے مطبع میں اس کے چھاپنے پر جرأت نہ کریں۔' اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو تو منشی شیو نرائن صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپ دیں۔'' (۳-۷ ستمبر ۱۸۵۸ء) ۱۰

سرورق کی عبارت اور اس کے بعد کے صفحات کی تحریر، تقطیع، شمارِ سطور، کاغذ کا معیار، سیاہی کا سیاہ اور رخشندہ ہونا اور تزئین

وآرائش کے سلسلے میں غالب کا نقطہ نظر ایک اچھے ناشر جیسا تھا جو کسی بھی نکتے کو فراموش نہیں کرتا اور اپنے معیار کو برقرار رکھتا ہے۔تفتہ کے نام خط میں لکھتے ہیں:

''۔۔۔رسم تو یوں ہے کہ پہلے صفحے پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام اور مطبع کا نام چھاپتے ہیں اور دوسرے صفحے پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے۔اس کا بھی چھاپا اسی طرح ہوگا۔غرض کہ تقطیع اور شمارِ سطور اور کاپی کا حسنِ خط اور الفاظ کی صحت،سب میرے پسند۔۔۔کاغذ کے باب میں یہ عرض ہے کہ فرنچ کا غذ اچھا ہے۔چھے جلدیں جو نذرِ حکام ہیں، وہ اس کاغذ پر ہوں اور باقی جو چاہو شیورام پوری پر اور چاہو نیلے کاغذ پر چھاپو۔۔۔ہاں صاحب، اگر ہو سکے تو کاپی کی سیاہی ذرا اور سیاہ اور رخشندہ ہو اور آخر تک رنگ نہ بدلے۔آگے اس سے میں نے برخوردار منشی عبداللطیف کو لکھا تھا کہ اُن چھے کتابوں کی کچھ تزئین وآرائش کی فکر کریں''(روز سہ شنبہ ہفتم ستمبر ۱۸۵۸ء) [۱۱]

سرورق کی عبارت کی Formation کے لیے غالب صرف تجویز نہیں دیتے بلکہ وہ اسے کرنے کی ہدایت دیتے ہیں اور نہ کرنے کی صورت میں آرام سے کہتے ہیں کہ پھر مطبع پر حرف آئے گا لہٰذا اسے اسی طرح سے ضرور کرنا ہے:

''اب میں جس طرح سے کہوں سو کرو۔پہلے سونچو، کہ تقسیم یوں ہے کہ تین سطریں اوپر اور تین سطریں نیچے اور بیچ میں ایک سطر،اس میں کتاب کا نام۔کیوں میاں، تقسیم یوں ہی ہے؟۔اب میں دوسرے صفحے پر ساتوں سطریں لکھ دیتا ہوں، اُس کو ملاحظہ کرو اور میرا کہنا مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی اور مطبع پر بات آئے گی۔''(ستمبر ۱۸۵۸ء) [۱۲]

کتابوں کی اشاعت کے بعد یا اشاعت کے دوران ایک اور اہم مرحلہ اس کی تشہیر کا ہے۔یہ تشہیر ناشر کی طرف سے باقاعدہ ہوتی ہے اور مصنف اپنے دوست احباب کو اپنی تصنیف کی غرض وغایت سے آگاہ کرتا رہتا ہے اور اس کے مندرجات پر بحث ہوتی رہتی ہے۔اس تشہیر کا ایک مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ کتاب کے آنے سے پہلے اس کی قبولیت کے لیے ماحول بنا دیا جائے، دوسرے اس کا تعارف ہو جائے اور تیسرا مقصد کاروباری ہے تاکہ لوگ اس کے تعارف یا اشتہار سے متاثر ہو کر اسے خریدیں۔ظاہر ہے کہ یہ ناشر کے کاروبار اور مصنف کی انا کی تسکین کے لیے اہم مرحلہ ہے۔غالب ہر دو مراحل کے لیے اچھی خواہشات رکھتے ہیں لہٰذا تفتہ کے نام خط میں آرام کے لیے یہ مشورہ دیتے ہیں:

''ہمارے منشی شیونرائن صاحب اپنے مطبع کے اخبار میں اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیوں نہیں چھاپتے تاکہ درخواستیں خریداروں کی فراہم ہو جائیں۔''(پنجشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۸ء) [۱۳]

انسان عمر کے کسی بھی مرحلے پر پہنچ جائے اس کے لیے یہ بات بڑی اہم ہوتی ہے کہ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل ہوتے دیکھے اور انھیں حسبِ منشا پا کر مسرت حاصل کر سکے۔ہر مرحلے کے مقاصد اور ان کی تکمیل کی مسرت مختلف ہوتی ہے۔طباعت کے مرحلے پر ایک مصنف کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی تصنیف کو ہر ممکن طریقے سے قابلِ پیش کش بنائے، پھر اس کا کام ختم ہو جاتا ہے اور Pasting، Copy ،Press اور Binding کا کام دوسروں کی ذمہ داری ہو جاتا ہے۔جب تک کتاب مصنف کے ہاتھ میں نہیں آ جاتی وہ بے قرار رہتا ہے۔یہی بے قراری کی کیفیت ہمیں غالب کے خطوط میں ملتی ہے۔''دستنبو'' کی جلد اشاعت پر بے قرار ہیں، دنوں کا حساب لگا رہے ہیں، اس میں تعطیلات کو شمار کر رہے ہیں اور اندازہ لگا رہے ہیں کہ اب یہ کام ہو رہا ہوگا۔چونکہ خود وہاں موجود نہیں ہیں لہٰذا انسانی فطرت کے عین مطابق تفتہ کو یہ ذمہ داری سونپتے ہیں لیکن اضطراب اور

انتظار کی کیفیت پھر بھی موجود ہے:

''اور وہاں کیا ہو رہا ہے؟ بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فراغت ہوگئی؟ مرزا صاحب نے جلدیں صحاف کو دے دیں؟ میں اب اُن کتابوں کا آنا کب تک تصور کروں؟ دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی، کہیں دوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے۔۔۔ پرسوں برخوردار شیونرائن کا خط آیا تھا، لکھتے تھے کہ کتابوں کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے، اب قریب ہے کہ بھیجی جائیں مرزا مہر بھی ایک ہفتہ بتاتے ہیں۔ دیکھیے کس دن کتابیں آجائیں، خدا کرے سب کام دلخواہ بنا ہو۔۔۔ مطبع آگرہ سے کتابوں کا حال تو تم خود دریافت کر ہی لوگے، میرے کہنے اور لکھنے کی کیا حاجت۔'' (چار شنبہ سوم نومبر ۱۸۵۸ء) ۱۴؎

آخر کار غالب ان کتب کو وصول کرتے ہیں اور ان کی اشاعت کی خوبی کو سراہتے ہیں۔ تفتہ اور آرام کے نام خطوط میں لکھتے ہیں:

''کل جمعے کے دن بارہ تاریخ نومبر کو، تینتیس جلدیں بھیجی ہوئی برخوردار شیونرائن کی پہنچیں۔ کاغذ، خط، تقطیع، سیاہی، چھاپا، سب خوب، دل خوش ہوا اور شیونرائن کو دعا دی۔'' (شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ء) ۱۵؎

''کل جمعے کے دن انیس نومبر ۱۸۵۸ء کو سات کتابوں کے دو پارسل پہنچے۔ واقعی کتابیں جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا، اُسی روپ کی ہیں۔ حق تعالیٰ مرزا مہر کو سلامت رکھے۔'' (۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء) ۱۶؎

یہ تو وہ کیفیت تھی جب اشاعت غالب کے حسبِ منشا ہوئی لیکن ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں جب غالب کو مایوسی ہوئی اور اس جھنجھلاہٹ میں وہ دہلی کے پانی اور چھاپہ خانوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس جھنجھلاہٹ کی کئی وجوہات تھیں اول ان کی بات نہ ماننا، دوسرے متن کی بے شمار اغلاط جنھیں غالب نے درست کر کے دیا لیکن اس کے باوجود ان غلطیوں کو نہیں لگایا گیا۔ ناچار غالب نے غلط نامہ لکھا جو شامل کیا گیا۔ مجروح کے نام خط میں اپنی جھنجھلاہٹ کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''دیوانِ اردو چھپ چکا۔ ہائے لکھنو کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا، اُس کو آسمان پر چڑھا دیا۔ حسنِ خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔ دلی پر اُس کے پانی پر اور اس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحبِ دیوان کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں۔ کاپی نگار اور تھا، متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا، وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے، حق التصنیف ایک مجھ کو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ غلط جوں کے توں ہیں یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے۔ ناچار غلط نامہ لکھا۔ وہ چھپا۔ بہ ہر حال خوش و ناخوش کوئی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے تو اسی ہفتے میں تین مجلد اصحاب ثلثہ کے پاس پہنچ جائیں۔ نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش ہوگے۔ پنجشنبہ ۸ اگست ۱۸۶۱ء) ۱۷؎

متن کی ترتیب اور اشاعت میں الحاقی کلام کا شامل ہو جانا صرف قلمی نسخوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اشاعت کے دوران بھی اس کے امکان پائے جاتے ہیں۔ غالب کے دیوان کی اشاعت کے دوران میں کسی اور کے اشعار شامل ہوگئے، ثاقب نے انھیں اطلاع دی تو غالب اس بات پر چراغ پا ہو گئے۔ وہ ان الحاقی اشعار کی اپنے دیوان میں شمولیت پر ناراضگی کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''اپنے کاتب کو کہہ دینا کہ یہ خرافات متن میں نہ لکھے، اگر لکھ دیے ہوں تو وہ ورق نکلوا ڈالنا۔ اور ورق اُس کے بدلے لکھوا کر لگا دینا۔ مناسب تو یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان، جو تمھارے کاتب نے نقل کیا ہے، میرے پاس بھیج دو، تا کہ

میں اُس کو ایک نظر دیکھ کر پھر تم کو بھیج دوں۔'' (مارچ ۱۸۵۸ء)۱۸

درج بالا تمام نکات سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ غالب طباعت و اشاعت کے مراحل سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ انھوں نے اپنی تصانیف کی اشاعت کے دوران ایسے نکتے اور تجاویز پیش کیے جو آج کے جدید دور میں اپنائے جا رہے ہیں اور بہت کامیاب تکنیک کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ غالب اپنے دور کے ایسے نابغہ روزگار شاعر و ادیب تھے جن کی منفرد شخصیت اور فلسفیانہ افکار آج کے دور میں بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے آج سے کئی سال بعد ہوں گے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر خلیق انجم، غالب کے خطوط، کراچی: انجمن ترقی اردو، اشاعتِ سوم ۲۰۰۸ء، ص ۲۸۸، جلد اول

۲۔ ایضاً، ص ۱۰۵۱، جلد سوم

۳۔ ایضاً، ص ۲۳۳۔۲۳۶، جلد اول

۴۔ ایضاً، ص ۷۰۳، ۷۰۴، جلد دوم

۵۔ ایضاً، ص ۲۸۹، ۲۹۰، جلد اول

۶۔ ایضاً، ص ۱۱۷۶، جلد سوم

۷۔ ایضاً، ص ۷۰۸، جلد دوم

۸۔ ایضاً، ص ۲۹۳، جلد اول

۹۔ ایضاً، ص ۱۰۵۳، جلد سوم

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۹۰، ۲۹۱، جلد اول

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۹۲، جلد اول

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۰۵۶، جلد سوم

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۹۴، جلد اول

۱۴۔ ایضاً، ص ۳۰۰، ۳۰۱، جلد اول

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۰۲، جلد اول

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۰۶۲، جلد سوم

۱۷۔ ایضاً، ص ۵۳۱، جلد دوم

۱۸۔ غالب کے خطوط، ص ۶۹۴، جلد دوم

☆ ☆ ☆ ☆ ☆